ڈاکٹر ریحانہ کوثر
Head, Department of Urdu, Lahor College for Womens, University of Lahor, Pakistan

زاہدہ حنا کے کالموں میں عورت کا تصور

ABSTRACT

"Kalum" is a word derived from English Language, which is written as "Column" in English and has literal meaning of page, a box, and a formation of soldiers. Urdu column writing earned fame in the 20th century. From there writers started to write columns in a new and modern way. Some writers choose a serious mode and some opted to write on speculations. Zahida Hina is an acclaimed Urdu columnist. She has written more than two thousand articles. She has not limited herself to a specific mode. That is why we can see a vast variety of topics in her columns. She has tired to cover different aspects of the socio cultural lives of people. She has discussed the modern women in her columns and the challenges she is facing in this modern times. She has presented modern women as an "Iron Lady". She has rebuilt the old image of woman when she was a dependent, weak and feeble creature.

Keywords: Column, Urdu, Women, Socio cultural lives, Urdu columnist, Modern Women

....

اردو ادب میں مختلف اصناف کے لازوال شاہکار موجود ہیں۔ شاعری، افسانہ نگاری، مکتوب نگاری، تنقید و محققین وغیرہ کے ذریعے فنکاروں نے اپنے فن کے جلوے دکھائے۔ لیکن اردو ادب میں جتنی مقبولیت شاعری کو حاصل ہوئی وہ کسی صنف کو حاصل نہ ہوسکی۔ شاعری کے علاوہ بھی دیگر اصناف میں ماہرین فن نے اپنی طباعی اور خلاقی کے جوہر دکھائے۔ ان میں افسانہ نگاری کو آزادی کے بعد عروج حاصل ہوا اور آج بھی ملک و بیرون ملک بڑے بڑے افسانہ نگار موجود ہیں۔ جو اپنے قلم کے ذریعے جدید معاشرتی مسائل پر عصری تکنیک کے اثرات کے حوالے سے افسانے قلم بند کر رہے ہیں۔ مکتوب نگاری کے ذریعے بھی اپنی بات کو بے تکلفی سے بیان کرنے کا ہنر اپنایا گیا اور ایک مکتوب نگار اپنے مکتوب الیہ کی خدمت میں اپنی بات بلا جھجک پیش کرنے کی سعی کرتا رہا۔ اس فن میں مرزا غالب کو کمال حاصل تھا۔ تنقید نگاری کے میدان میں بھی ناقدین نے تخلیق کاروں کی تکمیل کسنے کی کوشش کی اور تخلیق کاروں کے نقائص ومحاسن کو پیش کرتے ہوئے تخلیقی رجحان کو صحت مند بنانے کی بڑی حد تک کامیاب کوششیں کیں۔

اسی طرح ادب کے افق پر کچھ فنکار ایسے بھی نمودار ہوئے جنھوں نے کالم نگاری کو اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کا وسیلہ بنایا اور اس کے ذریعے سماج کے مختلف مسائل اور ادب کی گوناگوں جہات پر لکھنے کی روایت قائم کی۔ ان کی تحریریں عام ادبی تحریروں سے بالکل الگ بلکہ نہایت شستہ، شگفتہ، عام فہم اور دلچسپ ہوا کرتی ہیں جو قاری کو یک گونہ لطف وانبساط کے احساس سے روشناس کراتی ہیں۔ جس میں زبان کی چاشنی کے ساتھ ساتھ زیر لب تبسم پیدا کرنے کی خوبی ہوتی ہے جسے پڑھ کر قاری اپنی تمام پریشانیاں بھول جاتا ہے اور ایک نئے جوش وخروش کے ساتھ تازہ دم ہوکر میدان عمل میں اترتا ہے۔ اردو ادب میں ادبی کالم نگاری ایک خوشگوار اضافے کا نام ہے جس میں طنز ومزاح کی ہلکی سی آمیزش بھی ہوتی ہے اور سنجیدگی کا پہلو بھی۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو دیگر فنون کے مقابلے میں کالم نگاری کے فن کو ممتاز بناتی ہیں۔

کالم انگریزی زبان کا لفظ ہے جسے انگریزی میں Column تحریر کیا جاتا ہے جس کے لغوی معنی صفحے کا حصہ، خانہ، فوج کا دستہ ہونے کے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کالم اخباری صفحے کا ایک صحافتی جزو ہے، جس میں کالم نگار اپنے مخصوص انداز میں کسی خاص موضوع پر اپنی دلچسپ تحریر نذر قارئین کرتا ہے۔

کالم نگاری کے بارے میں سید اقبال قادری لکھتے ہیں:

”کالم ایک ایسا صحافتی فیچر ہے جس میں کالم نویس منتخب موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں

اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کسی بھی معاملے کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے“۔[1]

بیسویں صدی میں کالم نگاری نے عروج حاصل کیا اور کالم نگاروں نے نت نئے انداز سے کالم لکھنا شروع کیے۔ کہیں کوئی سنجیدہ کالم لکھ رہا ہوتا تو کہیں کسی کالم میں سوائے قیاس آرائیوں کے کچھ نہ ہوتا۔ اس حوالے سے ثاقب ریاض لکھتے ہیں:

”بیسویں صدی کے شروع میں کالم با قاعدہ عنوان کے تحت شائع ہونا شروع ہو گئے اس دور کے کالم غیر سنجیدگی اور قیاس آرائیوں کا مجموعہ تھے تاہم ہر شعبہ زندگی سے متعلق کالم لکھے گئے“۔[2]

عصر حاضر میں کالم نگاری کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کالم معاصر اردو صحافت کا ایک اہم جز و تصور کیا جاتا ہے۔ کسی بھی اخبار کے لیے اس سے صرف نظر ممکن نہیں ہے کالم میں اہم مسائل کا حل، پیچیدہ معاملات کی توضیح اور تازہ ترین خبروں پر نہایت منفرد زاویے سے روشنی ڈالی جاتی ہے لیکن اس تحریر میں اسلوب کی دلکشی اور زبان کی سلاست کو بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ کالم کی تحریر عام تحریروں سے قدرے منفرد ہوتی ہے اس کے اسلوب میں مزاح کی چاشنی اور زبان کی شوخی ہو تو اس تحریر کی تاثیر مزید کامیابی کی ضمانت تصور کی جاتی ہے۔ عام طور پر ادبی کالم نگاروں نے اس روش کو اپنایا ہے اور وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب بھی ثابت ہوئے ہیں۔ جدید اردو لغت میں کالم نگاری کے معنی کچھ اس طرح سے درج ہیں:

”Column، اخبار کے صفحے کا ایک حصہ، اخبار یا بڑے سائز کی کتاب کے صفحے کو پڑھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے حصوں یا کالموں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے“۔[3]

آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ”کالم نگاری“ کی کوئی مستند تعریف موجود نہیں جیسے کہ ابھی تک انشائیہ کی کوئی جامع تعریف نہیں کی گئی۔ بعض کے خیال میں انشائیہ ایک ایسی مختصر تحریر جس میں مصنف زندگی کے بارے میں کسی موضوع پر بے ساختہ، سادہ اور شگفتہ انداز میں اظہارِ خیال کرے۔ بالکل اسی طرح ”کالم نگاری“ کی مخصوص تعریف نہیں لیکن اس بات سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ کالم نگاری کو فروغ صحافت ہی نے دیا۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

”کالم نگاری کوفروغ صحافت سے ملا تھا لیکن اخبار کی خبروں اور اداریے کی معلومات اور تبصرے اور تجزیے کے مقابلے میں کالم نگار ہلکے پھلکے، شگفتہ اور لطیف انداز میں اظہار خیال کرتا ہے اور انشائیہ کے انداز میں موضوع کے انوکھے زاویے ابھارتا ہے“۔ ۴

کالم نگاری کا دائرہ کار اور دائرہ عمل اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ اس کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، تہذیبی، تمدنی، اخلاقی، ہمہ گیر وسعت اور معنویت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کالم کے موضوعات ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں ہزاروں ایسے موضوعات ہیں جن پر کالم لکھے جا سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ سے نشر اور شائع ہونے والی بین الاقوامی اور قومی خبریں، ادبی محفلیں، سیاستدانوں اور حکمرانوں کے بیانات، جرائم، حادثات، قومی اور علاقائی مسائل، بجٹ، مہنگائی، غربت، بے روزگاری، ایٹمی تباہ کاریاں، جنگی خطرات، تیل کا بحران، منشیات فروشی، جسم فروشی، تجارت، صنعت، مسلح افواج کے کارنامے، تعلیم اور صحت کے مسائل، نج کاری، بچوں کا اغوا ہونا اور تاوان، بسنت، موسم کی تبدیلی، زلزلہ اور طوفان، خشک سالی، سیلاب، رسوم ورواج، فیشن اور ایسے ہی ہزاروں موضوعات کالم نویسی کے موضوع بن سکتے ہیں۔
پروفیسر وارث میر لکھتے ہیں:

”زندگی کے کسی شعبے میں ہونے والی کسی عمل کے متعلق قلم کار کا ہلکے پھلکے انداز میں ایسا نامکمل اظہار خیال کالم کہلاتا ہے جو لکھنے والے کی اپنی اپروچ اور اپنے اسلوب کا مظہر ہو“۔ ۵

ہر اخبار میں مختلف عنوانات ہوتے ہیں اور انہی عنوانات کے تحت مختلف معلومات اور خبریں پڑھنے والوں تک پہنچتی ہیں۔ ان عنوانات کے تحت بعض اوقات سیاسی، معاشرتی اور سائنسی معلومات بھی قاری تک پہنچتی ہیں۔ روزمرہ کے واقعات اور حکومتی پالیسیاں بھی کالموں میں زیر بحث لائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات کالم نویس دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے قارئین کو کسی آنے والے خطرے سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے اور صحافتی نقطہ نظر سے یہی کالم کہلاتا ہے۔
عبدالقادر حسن کے خیال میں:

”جس موضوع پر خبروں یا اداریے میں اظہار خیال نہ کیا جائے اس سے متعلق مستقل عنوان کے تحت کسی اخبار میں شائع ہونے والی تحریر کو کالم کہا جائے گا“۔ ۶

کالم نگاری ایک احساس ذمہ داری کا کام ہے۔ایک ایسی ذمہ داری جو انسان کو سکون سے سونے نہیں دیتی کہ اس کا یہ فرض ہے کہ سچ کو سچ، غلط کو غلط اور جھوٹ کو جھوٹ بتلائے۔ایک کالم نگار پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حقائق کو جھوٹ کے پردوں سے عیاں کرے اور سچائی کے ساتھ عوام کے سامنے لائے اور معاشرے کو صحیح راہ پر چلنے کے لیے اکسائے انھیں نئے کل کی نوید سنائے جس نے ہر حال میں آنا ہے۔لیکن اس کے لیے کالم نگار کو اپنی تحریروں کے ذریعے اپنے قارئین کو حقائق سے آگاہ کرنا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کو مدنظر رکھ کر جب ہم زاہدہ حنا کے اردو کالموں پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے ہاں ہمیں کالم نگاری کے مخصوص موضوعات یعنی سیاسی، سماجی، معاشرتی، ادبی، تجزیاتی اور ذاتی تجربات و احساسات کے علاوہ ناول نگاری، افسانہ نگاری کے رنگ بھی بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زاہدہ حنا ادب کی دنیا میں ایک ہمہ جہت شخصیت کی مالک ہیں اور جہاں زاہدہ حنا ناول نگار اور افسانہ نگار کی حیثیت سے اپنی الگ پہچان رکھتی ہیں۔اس کے ساتھ ہی وہ ڈرامہ نگاری کے میدان میں بھی اپنے خاص اسلوب اور فکر کے حوالے سے مانی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ زاہدہ حنا اپنے تنقیدی مضامین کے حوالوں سے بھی دور حاضر میں خاص پہچان رکھتی ہیں اور اپنی ہمہ جہت شخصیت کی وجہ سے زاہدہ حنا کے کالموں میں موضوعات کا تنوع نظر آتا ہے۔ان کے کالم کسی خاص سوچ، فکر یا فلسفے کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کے گرد گھومتے نہیں ہیں بلکہ ان کے کالموں میں حالات حاضرہ کے تلخ تجربات سے لے کر معاشرے کے مختلف ادبی و سماجی اور معاشرتی پہلوؤں کو سمیٹا گیا ہے۔وہ اپنے کالموں میں حال کو ماضی اور ماضی کو موجودہ حالات کے ساتھ جوڑتی ہیں کیونکہ وہ ماضی پرست ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ماضی کو حال پر ترجیح دیتی ہیں بلکہ وہ ماضی کے ان خوشگوار دنوں کو یاد کرتی ہیں جو نسل انسانی نے دیکھے تھے۔

زاہدہ حنا کی انہی تخلیقی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے انوار احمد لکھتے ہیں:

> ''وہ خود منقسم ہونے والے خانوادے کے کرب سے گزری ہیں اور پھر ایک باشعور قلمکار کے طور پر دنیا کو گلوبیت کے فریب میں جکڑ کر اسے نسلی، معاشی اور تہذیبی اعتبار سے تقسیم کرنے والوں کی حکمت عملی سے بھی واقف ہے اور اس امتیاز و استحصال کا نشانہ بننے والے مسلمانوں سے ہمدردی کے باوجود مسلم معاشروں کو پسماندہ رکھنے والی حکمران قوتوں کی نشاندہی کرتی ہے''۔[7]

زاہدہ حنا کے کالموں کا جائزہ لیتے ہوئے جو چیز ان کی شخصیت کا احاطہ کرتی ہے اور ان کے کالموں میں جا بجا اس کا ذکر ملتا ہے۔ وہ ''صنف نازک'' یعنی ''عورت'' کا ذکر ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ وہ خود بھی عورت ہیں لیکن اس کے باوجود ''وجودِ زن'' کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ جڑی ان تکالیف و مصائب کا ذکر بھی ان کے کالموں میں ملتا ہے۔ زاہدہ حنا کے کالموں میں یہی عورت کئی رنگ و روپ میں سامنے آتی ہے کہیں تو ظلم کی چکی میں پس کر کندن بنتی ہے تو کہیں کسی پسماندہ علاقوں میں علم کی شمع روشن کیے بیٹھی ہے۔ کہیں ان کے ہاں یہ عورت آمریت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

ان کے کالموں ''پہلی خواب دیکھنے والی''، ''مدیحہ گوہر: مزاحمت کی علامت''، ''رائیگانی کا سفر'' میں ہم ان عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں جو عورت ہوتے ہوئے بھی ظلم کی چکی میں پسنا قبول نہیں کرتی:

> ''تھرپارکر کے نہایت غریب دلت خاندان میں پیدا ہونے والی کرشنا کماری کوہلی کے ماں باپ بندھوا کسان تھے۔۔۔اپنے ماں باپ کے ساتھ کرشنا کماری نے بھی کئی برس تک بندھوا کسان ہونے کی ذلت بھگتی۔ کرشنا سے شاید کسی اڑتے ہوئے پرندے نے کان میں کہہ دیا تھا کہ کتاب اور کاغذ اس کی نجات کا پروانہ ہیں۔۔۔ کرشنا کماری نے مصیبت برداشت کی لیکن کتاب کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ یہی وہ جنون تھا جس کی بنا پر کرشنا کماری نے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور وہ آگے بڑھتی گئی۔ یہ بھٹو خاندان کی جوہر شناسی ہے کہ انھوں نے کرشنا کماری کو سیاست کے میدان میں لانے کا فیصلہ کیا اور یہ ان کی حمایت اور تعاون تھا جس نے کرشنا کو پاکستانی سینٹ کا رکن بنا دیا''۔[۸]

زاہدہ حنا نے اپنے کالموں میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عورت پیدائشی طور پر مظلوم پیدا نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی دنیا کی پہلی عورت ''حوا'' نے یہ خواب دیکھا تھا کہ اس کی بیٹیوں کے ساتھ اس کے بیٹے ظلم کرتے جائیں اور یہ آنکھیں بند کر کے کبوتر کے مانند بیٹھی ظلم سہتی جائیں۔ کیا اس لیے تمہیں بھیجا تھا کہ تم اپنے حقوق، اپنے اختیارات کسی اور کے ہاتھوں میں تھما دو، کیوں تم نے ظلم کے خلاف آواز بلند نہ کی، کیوں تم نے ظلم کے بڑھتے ہوئے ہاتھوں کو بڑھنے سے نہ روکا، کیوں تم نے ان ہاتھوں کو کاٹ نہ ڈالا جنھوں نے نہ

جانے کتنی ہی حرمتوں کو پامال کیا:

> ''وہ اگر روئے زمین پر پہلی خواب دیکھنے والی تھیں تو وہ اپنے بیٹوں کو سرزنش کرتیں کہ تم نے میری بیٹیوں، نواسیوں اور پوتیوں کا کیا حال کیا ہے۔ ایسی طرح وہ بیٹیوں سے ناراض ہوتی کہ تم تو بہت تھڑ دلی نکلیں۔ تم پر جب میرے بیٹوں نے ظلم شروع کیا تو تم نے ان کے خلاف بغاوت کیوں نہیں کی۔۔۔'' ۔۹

ان کالموں سے معلوم ہوتا ہے کہ زاہدہ حنا صرف عورتوں پر ہونے والے مظالم کا ہی اظہار نہیں کرتیں بلکہ وہ ان مجبور ولاچار عورتوں کو ان مظالم سے بچنے کا سندیسہ بھی دیتی ہیں۔ اپنے کالم ''پہلی خواب دیکھنے والی'' میں وہ یہی بتانا چاہ رہی ہیں کہ اس مردوں کے معاشرے میں اگر ہم عورتوں نے کچھ حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے ہر عورت کو تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔ اسی تعلیم کی بدولت ہی عورت مردوں کا سامنا کر سکے گی۔ اس کے مظالم کے خلاف احتجاجکر سکے گی اور تبھی وہ انصاف حاصل کرنے لیے اپنی آواز بلند کرے گی جس کی گونج سے یہ معاشرہ لرزا ٹھے گا۔ اسی لیے زاہدہ حنا اپنے کالموں میں عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے کا درس دیتی نظر آتی ہیں کیونکہ تعلیم ہی وہ واحد نجات کا زینہ ہے جس پر چلتے ہوئی ایک عورت اپنی تقدیر بدل سکتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ وہ مردوں کے مظالم کے لیے اس دنیا میں نہیں آئی۔

زاہدہ حنا نے اپنے کالموں میں صرف مجبور و بےبس، لاچار عورتوں کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ انھوں نے معاشرے کے ہر طبقہ کی عورت کا ذکر کیا ہے۔ چاہے وہ کمزور ہو یا طاقت ور یا اس نے آمریت کے آگے دیوار بن کر کھڑے ہونے کو ترجیح دی ہو، ایسی ہی عورتیں زاہدہ حنا کے کالموں کا موضوع رہی ہیں۔ ان کے کالموں ''رائیگانی کا سفر''، ''مدیحہ گوہر: مزاحمت کی علامت''، ''دنیا کی بیٹی''، اور ''کلثوم نواز یاد آئیں'' میں ہم ان عورتوں کو باخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ جنھوں نے آمریت اور انتہا پسندوں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا جنھوں نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ عورت کو کمزور نہ سمجھا جائے اس کی ایک خوبصورت مثال ان کے کالم ''دنیا کی بیٹی'' میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں سوات کے ایک خاندان کی چھوٹی سی لڑکی نے بڑے بڑے دہشت گردوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جو یہ ماننے پر تیار ہی نہیں تھے کہ جن کے ناموں سے دنیا ڈرتی ہے ایک چھوٹی سی بچی ان انتہا پسندوں کا ذکر کر رہی ہے۔ وہ چھوٹی سی بچی جو ''گل مکئی'' کے نام سے ڈائری لکھتی تھی۔ جس کی یہ ڈائری راتوں رات پوری دنیا میں مشہور ہوئی کیونکہ اس عالمی دنیا کی تمام نظر سوات میں ہونے والی انتہا پسندی ہی کی جانب تھی اس سے انتہا

پسندوں کی تنظیموں کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔انھوں نے اس بچی کو دھمکیاں بھی دیں۔ کیونکہ وہ انتہا پسند لوگ پاکستان میں اپنی مرضی کی شریعت جبراً نافذ کرنا چاہتے تھے۔لیکن اس چھوٹی سی بچی نے ان کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کی اور آخر ایک دن اسے اور اس کی ساتھی دوستوں کو اسکول سے واپس آتے ہوئے خون میں نہلا دیا گیا:

> ''بہت دنوں تک ہمارے یہاں اس کا نام سرگوشیوں میں لیا جاتا تھا لیکن انتہا پسندی ہمارے یہاں سے پسپا ہوئی۔عسکریت پسندوں کی خواہشوں کے خلاف قدم بہ قدم انھیں پیچھے ہٹنا پڑا اس دوران اسے امن کا نوبل انعام ملا''۔[۱۰]

عورت کا یہی کردار ہمیں زاہدہ حنا کے کالم ''کلثوم نواز یاد آئیں'' میں بھی نظر آتا ہے۔ جہاں کلثوم نواز جیسی مضبوط عورت اس وقت کی آمریت کے سامنے ایسے کھڑی ہوئیں کہ آخر ساری دنیا کو ان کی طرف توجہ کرنا پڑی۔انھوں نے اس وقت کی آمریت کے خلاف آواز اٹھائی اور سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا اور جس کی راہ میں سب سے زیادہ روڑے ان کی پارٹی کے بعض سربراہ رہنماؤں نے اٹکائے۔لیکن کلثوم نواز ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹی:

> ''۲۰۰۰ء میں کلثوم نواز سیاسی جدوجہد کا آغاز چاہتی تھیں لیکن ان کی راہ میں سب سے زیادہ روڑے مسلم لیگ (ن) کے بعض سرکردہ رہنماؤں نے اٹکائے۔ان میں سے اکثر کے خیال میں نواز شریف ایک بھاری بوجھ ہیں جسے اگر فوراً اتار پھینکا جائے تو ان لوگوں کے اقتدار کی کشتی ایک بار پھر آمریت کے سمندر میں رواں دواں ہو سکتی ہے۔۔۔''[۱۱]

زاہدہ حنا کے کالموں کی عورت ایک مضبوط عورت ہے جو ہر حال میں اپنے آپ کو کھڑا رکھتی ہے چاہے اس کا کوئی ساتھ دے یا نہ دے، چاہے اس کے ساتھ کوئی کھڑا ہو یا نہ کھڑا ہو۔ یہ عورت اپنی تمام صلاحیتوں کو منوانا جانتی ہے۔اس مردوں کے معاشرے میں ایک عورت کو اپنی بات بتانے کے لیے کس کس مقام پر لڑنا پڑتا ہے یہ زاہدہ حنا کا کمال ہے کہ وہ نہایت مہارت سے اس چیز کو صفحہ قرطاس پر اتارتی ہیں۔ اپنے کالم ''کلثوم نواز یاد آئیں'' میں انھوں نے ایسی ہی عورت کو موضوع قلم بنایا ہے جو آمریت کے خلاف کھڑی ہوئی جن کے مقاصد کو پورا کرنے سے روکنے کے لیے ان کے قافلے کو روکا گیا۔ان کی گاڑی کو کرین سے اٹھا لیا گیا جس میں کلثوم نواز دس گھنٹوں تک بند رہیں یہ ایک عورت ہی کا صبر اور ہمت ہے جو تنہا ہونے کے باوجود آمریت کے سامنے نہ جھکیں اور آخر ساری دنیا ان کی ہمت و اہلیت کی قائل ہو گئی۔

زاہدہ حنا کے کالموں میں ہمیں عورت فنکار کی صورت میں بھی نظر آتی ہے۔ایک ایسی عورت جس نے ساری زندگی اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرایا ہے جس کی جیتی جاگتی مثال ہمارے سامنے ''اجوکا تھیٹر'' کی ہے۔زاہدہ حنا کے کالموں میں بسنے والی عورت کوئی معمولی عورت نہیں ہے کیونکہ وہ آج کے زمانے کی عورتیں ہیں جن کے اندر غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنے کی ہمت ہے جو آمریت کے زبردست زمانے میں بھی وہی کرنا چاہتی ہیں جس کے ذریعے معاشرے میں سچ کا بول بالا ہو اور جھوٹ کا پردہ چاک ہو۔زاہدہ حنا کا کالم ''مدیحہ گوہر؛ مزاحمت کی علامت'' اس کا منہ بولتا ثبوت ہے:

''مدیحہ گوہر اور شاہد ندیم نے ''اجوکا'' کے نام سے تھیٹر گروپ اس وقت قائم کیا جب اس جرات کا تصور بھی محال تھا۔وہ زمانہ جب خود ساختہ امیر المومنین جنرل ضیاءالحق پورے جاہ وجلال کے ساتھ اس ملک پر حکومت کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ لوگوں کے اخلاق کی نگہبانی ان کی ذاتی ذمہ داری ہے۔۔۔لیکن ''اجوکا'' اور اس جیسے کئی دوسرے تھیٹر گروپوں نے ان کی یہ خوش گمانی خاک میں ملادی''۔[12]

زاہدہ حنا کے کالموں کی عورت کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے خاص ہے کیونکہ یہ عورت ہمارے معاشرے کا حصہ ہے اور معاشرے میں ہونے والی ہر زیادتی کا اثر براہ راست اس عورت پر پڑتا ہے۔زاہدہ حنا کے کالموں میں ہمیں عورت سیاستدان کے روپ میں بھی دکھائی دیتی ہے تو کہیں یہ عورت انصاف کی دیوی کے روپ میں عاصمہ جہانگیر کی شکل میں نظر آتی ہے تو کہیں درس وتدریس جیسے پاکیزہ عمل کو پھیلاتی ہوئی طاہرہ حسین جو مضافاتی علاقوں میں بچوں کو ادب وآداب سکھاتی ہے، تو کہیں ایوان بالا میں بیٹھی کرشنا کماری کوہلی جو جاگیرداروں کی دی ہوئی ذلت سے خود کو نکال کر اس مقام تک پہنچتی ہے۔غرض زاہدہ حنا کے کالموں میں ہمیں عورت ہر رنگ، روپ، نسل میں نظر آتی ہے۔ان کے کالم ''رائیگانی کا سفر'' میں ہمیں سمجھ بوجھ رکھنے والی عورت نظر آتی ہے جو اس فکر میں لاحق ہے کہ مغربی پاکستان کی پالیسیوں سے کہیں ایسا نہ ہو کہ مشرقی پاکستان والے اپنے آپ کو کم تر محسوس کرنے لگیں۔لیکن جہاں اللہ تعالی نے مردوں کو طاقت دی ہے وہیں عورت کو چھٹی حس بھی عطا کی ہے جس کے سبب وہ اپنے سامنے ہونے والے واقعات و حالات کی روشنی میں دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے مستقبل کے آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتی ہے:

''پاکستانی سیاست کے ابتدائی دس برسوں کی جب تاریخ لکھی جاتی ہے تو بیگم شائستہ

کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا۔۔۔۲۴ فروری ۱۹۴۸ء کو انھوں نے وزیر اعظم اور دیگر اراکین اسمبلی کے سامنے یہ جملہ کہا کہ مشرقی پاکستانیوں میں یہ احساس پرورش پا رہا ہے کہ انھیں نظر انداز کیا جا رہا ہے ہمیں اس احساس کو کھرچ پھینکنے کے لیے حتی المقدور سب کچھ کرنا چاہیے۔ان کی یہ اختلافی تقریر چٹکیوں میں اڑا دی گئی اور وزیر اعظم نے یہ کہہ کر بات ختم کی کہ مجھے معلوم ہے کہ عورتوں کو مشکلات کا اندازہ نہیں ہوتا۔۔۔۲۴ فروری کا دن تمام ہوا لیکن شائستہ سہروردی کا یہ جملہ اٹل ثابت ہوا"۔۱۳؎

زاہدہ حنا کے کالم کی عورت عقل و شعور کی حامل عورت ہے جس کے سینے میں ایک نرم دل ہے جسے نہ صرف اپنے ملک کے لوگوں کا خیال ہے بلکہ وہ ان لوگوں کا بھی درد اپنے سینے میں رکھتی ہے جو تھوڑی مقدار میں ہمارے ملک میں رہتے ہیں جن کے حقوق کے لیے اس نے آواز اٹھائی تو اس کو چپ کرا دیا گیا۔ جس کے لیے انسان کی خدمت بلا امتیاز ہی اس کا سب کچھ تھا:

"وہ برصغیر کی اس مسلم اشرافیہ سے تعلق رکھتی تھیں جس کے لیے سیاست عبادت تھی اور جس کا دل نسلی، لسانی اور صوبائی تعصّبات سے پاک تھا"۔۱۴؎

زاہدہ حنا کے کالموں میں ہمیں ان عورتوں کا بھی ذکر ملتا ہے جنھوں نے سچ بولنے کے بدلے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ جنھوں نے سچ کی بالادستی کے لیے اپنی جان پر مظالم برداشت کیے تا کہ کوئی ان کو یہ نہ کہہ سکے کہ تم نے اپنے ایمان بیچ ڈالے تھے۔تاریخ گواہ ہے کہ جنگ آزادی، آزادی اور ملکی سیاست کے خلاف آواز اٹھانے پر ان عورتوں نے مردوں کے شانہ بشانہ ساتھ دیا تبھی تاریخ ان عورتوں کو آج سلام پیش کرتی ہے جنھوں نے ہر قدم پر اپنے لوگوں کے حقوق، ان کو آمرانہ غلامی سے آزادی دلانے کے لیے ہر قدم پر آواز بلند کی۔اس حوالے سے زاہدہ حنا نے اپنے کالم "ایشیا کی قیدی عورتیں" میں ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں صرف و صرف اپنے لوگوں کا مستقبل بدلنے کے لیے، یہاں تک کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی چہیتی بیٹی شہزادی زیب النساء نے بھی اپنے باپ کی طرف سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں:

"ہم شہزادی زیب النساء کی اذیت کے بارے میں سوچ نہیں سکتے کہ جب شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم پر سلیم گڑھ کے قلعے میں قید کی گئی۔۔۔شہنشاہ جان سے عزیز بیٹیوں کو حرف

غلط کی طرح مٹادیتے ہیں انھیں قید تنہائی میں ڈال کر بھول جاتے ہیں۔۔۔زیب النساء
نیم نابینا ہوئی تو اس نے شہنشاہ سے عینک کی درخواست کی جو رد کردی گئی تھی“۔۱۵

زاہدہ حنا نے اپنے کالموں میں موجودہ زمانے کی ان عورتوں کی قید و بند کا بھی ذکر کیا ہے جو تاریخ میں بہت مقبولیت رکھتی تھیں اس وقت کے ظالم آمر کی قید و بند ہیں کس طرح وہ عورت زندہ رہی:

”بے نظیر بھٹو کو جس نوعیت کی ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی گئیں اس کے نتیجے میں وہ سماعت سے بڑی حد تک محروم ہوگئیں۔ اپنی رہائی کے بعد انھیں کئی آپریشن کرانے پڑے۔۔۔ میرا زیادہ وقت قید تنہائی میں گزرتا، مجھے اخباروں اور کتابوں سے محروم رکھا جاتا۔ میں اگر لکھنے کے لیے کاغذ مانگتی تو کئی دن گزرنے کے بعد کاغذ کا صرف ایک ورق دیا جاتا“۔۱۶

زاہدہ حنا نے اپنے کالموں میں ایشیا کی عورتوں کے ذکر کے ساتھ یورپین، رومن، برطانوی، روسی، مصری اور امریکی جیلوں میں بند عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے پر ہر ملک، ہر خطے کی عورتوں نے ظلم و ستم برداشت کیا لیکن کبھی بھی ان کے آگے سر نہ جھکایا:

”۱۹۷۴ء میں ہماری ملاقات مادام رولانڈ سے ہوتی ہے جس پر الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے گھر بار سنبھالنے کے بجائے سیاست کے میدان میں قدم رکھا جو عورتوں کے لیے ممنوع تھا۔۔۔اپنے سیاسی خیالات اور دوستوں کے انتخاب کی بنیاد پر وہ قید ہوئی“۔۱۷

زاہدہ حنا کے کالموں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ہر دور، زمانے، عہد میں ظلم و بربریت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی رہی ہے۔ زاہدہ حنا کے کالموں کی عورت کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ وہ جانتی ہے کہ کیسے ظلم کے سامنے ڈٹے رہنا ہے چاہے اس بنا پر اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ ایسی ہی عورتوں کے لیے تو نپولین نے کہا تھا کہ تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم بنادوں گا۔ ایسی ہی عورتیں ہمیں زاہدہ حنا کے کالموں کا احاطہ کیے نظر آرہی ہیں۔

☆☆☆

حوالہ جات

1۔اقبال قادری،سید۔رہبر اخبار نویسی۔نئی دہلی: ترقی اردو بیورو۔۱۹۸۹ء۔ص۳۰۰

2۔ثاقب ریاض۔جدید صحافت اور ابلاغ نامہ۔لاہور: اردو سائنس بورڈ۔۲۰۰۳ء۔ص۱۱۰

3۔اشرف ندیم۔جدید اردو لغت۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان۔۲۰۱۲ء۔ص۵۵۵

4۔انور سدید،ڈاکٹر۔سخن ہائے گسترانہ(مرتبہ)۔کراچی: قلی سنز(پرائیویٹ)۔۲۰۰۷ء۔ص۱۲

5۔شفیق جالندھری،ڈاکٹر۔صحافت اور ابلاغ۔لاہور: اے ون پبلشرز۔۲۰۰۸ء۔ص۱۰۲

6۔ثاقب ریاض۔جدید صحافت اور ابلاغ نامہ۔لاہور: اردو سائنس بورڈ۔۲۰۰۳ء۔ص۱۱۱۔۱۱۲

7۔مقتدا منصور۔ہم سب۔زاہدہ حنا کا خانہ تنہائی۔۲۴ اگست۔۲۰۱۷ء

8۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔پہلی خواب دیکھنے والی۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: ۱۱ مارچ ۲۰۱۸ء

9۔ایضاً

10۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔دنیا کی بیٹی۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: ۱۴ اپریل ۲۰۱۸ء

11۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔کلثوم نواز یاد آئیں۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: ۲۵ اپریل ۲۰۱۸ء

12۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔مدیحہ گوہر؛ مزاحمت کی علامت۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: ۲۹ اپریل ۲۰۱۸ء

13۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔رائیگانی کا سفر۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: ۲۷ مئی ۲۰۱۸ء

14۔ایضاً

15۔زاہدہ حنا۔نرم گرم۔رائیگانی کا سفر۔روزنامہ ایکسپریس۔لاہور: یکم اگست ۲۰۱۸ء

16۔ایضاً

17۔ایضاً